ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

میاں ساجد علی
پی ایچ۔ڈی سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر طارق جاوید
شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیّد علی ہجویری اور علامہ محمد اقبال کے متصوفانہ نظریات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Mian Sajid Ali *
Ph. D Scholar Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Tariq Javed
Department of Iqbal Studies, AIOU Islamabad.

***Corresponding Author:**

A Research and Critical Review of the Mystical Ideas of Syed Ali Hajveri and Allama Muhammad Iqbal

This research examines the Sufism of Ali Hajveri and Allama Iqbal. In this research, it has been seen that what kind of ideas did Ali Hajveri and Iqbal have about Sufism? Ali Hajveri was a well-known Sufi, preacher and theologian of the eleventh century AD. He played an important role in the spread of Islam in South Asia. Sufism was losing its original status during his time. In these circumstances, the great achievement of Ali Hajveri is that through his teachings, he explained the true meanings and concepts of Sufism to the people and created enlightenment within them. Iqbal was born in 1877, almost eight hundred years after Ali Hajveri. Even during the time of Iqbal, many myths were created in Sufism. Iqbal opposed Sufism that makes man lazy and indolent and emphasized Sufism that makes man active. It is as if both of them presented the correct teachings of Sufism to the people in their respective times. For this reason, this topic was chosen for a detailed review of the mystic ideas of both. Although this is a narrative research, but since it also requires a comparative study of the views of two people, the principles of

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

comparative research are also used in it. The research has come to the conclusion that the mystic ideas of Hajweri and Iqbal are more or less the same.

Key Words: *Syed Ali Hajveri, Allama Iqbal, Mystical, Muslims, Indian Subcontinent.*

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کی تحریروں میں ہمیں اُن کے مابعد الطبیعی موضوعات میں جس حد تک مماثلت ملتی ہے اُس ضمن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر سید علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب نثری پیرائے میں لکھی گئی تو کئی صدیوں بعد اسرارِ خودی انھی موضوعات کو لے کر شاعرانہ پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ خطبہ علی گڑھ میں علامہ اقبال نے واضح کیا تھا کہ "اسلام کی دماغی توانائیوں کا جولاں گاہ عرب نہ تھا' بلکہ عجم تھا" (۱)۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے توحید کی تعلیم کے پیشِ نظر ہندوستان میں حق و باطل کی تمیز و تفریق میں خصوصی توجہ دی جس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ یہاں پر بسنے والے مسلمانوں کا ملی و قومی تشخص برقرار رہے۔ آپ نے لاہور میں جس مسجد کی بنیاد رکھی' وہ دراصل اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیاد تھی' جس کا خواب الٰہ آباد میں علامہ اقبال نے پیش کیا تھا۔ سرزمینِ ہندوستان میں مسلم دور کا آغاز اولیائے کرام ہی کی بدولت ہوا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس خطہ (ہندوستان) کو اپنے رُوحانی فیوض و برکات اور علم و دانش سے مستفید کیا۔ آپ نے اسلام کی روشنی کی جو شمع کئی صدیوں قبل روشن کی تھی' وہ آج بھی جگمگا رہی ہے۔ جس قوت و عظمت کے ساتھ سلطان محمود غزنوی نے اس خطہ میں اسلام کے شکوہ و جلال کے پرچم کو بلند کیا' اُس سے زیادہ علم و معرفت کے ساتھ سیدِ ہجویریؒ نے اس علاقہ (ہندوستان) میں اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لیے جو اقدام کیا' اُس کے دُور رَس اثرات ایک غیر معمولی تاریخی و فکری انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ علامہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی و فکری تاریخ کا تجزیہ کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ کی موثر شخصیت اور دینی حیثیت کو اسرار و رموز میں عہدِ فاروقی کی تازگی' قرآن کی عزت و حرمت کا نگہبان اور دینِ حق کا عاشق قرار دیا ہے۔ علامہ اقبال آپ کے مزارِ مقدس پر حاضر ہوتے اور رُوحانی فیوض و برکات سمیٹتے۔ آپ کا بیان ہے کہ مجھے آزاد اسلامی ریاست کا تصور بھی حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر عبادت کے دوران آیا(۲)۔ علامہ اقبال نے بھی احیائے ملت کے لیے جس راستہ کا انتخاب کیا' وہ بلاشبہ سید علی ہجویریؒ کے نقشِ قلم اور نقشِ قدم کا ہی راستہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی آزادی کی تحریک کو طویل جدوجہد میں صحیح سمت اُسی وقت عطا ہوئی جب علامہ اقبال کی خواہش پر (۳) برصغیر پاک و ہند کے مسلمان مارچ ۱۹۴۰ء میں حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزارِ مقدس کے قریب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

اکٹھے ہوئے اور اُس قرارداد کو منظور کیا جسے قیامِ پاکستان کی بنیاد کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ افکارِ اقبال کا ایک اہم سرچشمہ سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات ہیں' جن کی بناء پر صوفیائے کرام اور علمائے کرام ہندوستان میں اسلام کی نشرواشاعت میں کامران ہوئے۔ علامہ محمد اقبال نے اِس بات کا اعتراف خطبہ الٰہ آباد میں یوں کیا:

> "اِسے مبالغہ نہ جانیے کہ پُوری دُنیا میں شاید ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں اسلام نے بہترین انداز میں وحدتِ انسانی پیدا کرکے دکھائی۔ دوسرے ممالک کی مانند سرزمینِ ہندوستان میں بھی اسلامی نظام ایک معاشرہ کی حیثیت سے اِسی ثقافتی رُوح سے تعبیر ہے جسے ایک مخصوص اخلاقی تصورِ حیات سے فیضان ملتا ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں موجود اندرونی وحدت اور عمدہ یکسانیت دراصل اسلامی تہذیب سے وابستہ قوانین اور اداروں کا نتیجہ ہے"۔ (۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں تبلیغ کا کام مجاہدین' حکماء' مبلغین' صوفیائے کرام' علماء اور غازیوں کی بے دریغ اور بے انتہا کوششوں کا مرہونِ منت ہے مگر اس عظیم کارنامہ کی انجام دہی میں تصوف کے مختلف سلاسل کے مشائخ کرام کی خدمات غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ علم و عمل اور اخلاص کا پیکر بن کر قافلہ در قافلہ نکلے۔ سید علی ہجویریؒ کی ذاتِ گرامی سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا مگر سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ آپ نے تصوف اور شریعت کو سنت کا پابند کیا۔ علامہ اقبال کی توجہ بھی سیاست کی جانب مبذول کروانے میں کچھ ایسے ہی عوامل تھے جن کی بدولت مسلمانانِ ہند الحاد کا شکار ہو رہے تھے اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی وجہ سے قوم پرستی کے طوفان میں بہے چلے جا رہے تھے۔ آپ نے ایڈورڈ تھامپسن کے نام اپنے ایک مکتوب میں یہ واضح کیا:

> " ان حالات میں میرا فرض تھا کہ آگے بڑھوں اور نوجوان نسل کے سامنے اسلامی نصب العین کا صحیح اور واضح مطلب پیش کروں"۔ (۵)

تصوف کا ایک اہم پہلو اخلاق کی تعمیر ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ ایسی شخصیت سازی جس میں اخلاقی اوصاف موجود ہوں۔ یہ ایک ایسا رُوحانی جذبہ ہے جو مادی دُنیا سے انسان کو جُدا کرتا ہے۔ کشف المحجوب فارسی زبان میں تصوف کی اوّلین کتاب ہے جسے ہر دور میں غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی۔ یہ کتاب آپ نے ابو سعید ہجویریؒ کی فرمائش پر لکھی تھی' جو آپ کے ساتھ غزنی سے لاہور تشریف لائے تھے۔ اسرارِ خودی کی اشاعت ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ جسے علامہ اقبال نے اپنے والد بزرگوار شیخ نور محمد کی فرمائش پر لکھا۔ اس کا اظہار علامہ اقبال نے اپنے ایک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

مکتوب بنام عطیہ فیضی میں کیا کہ والد صاحب کی فرمائش ہے کہ فارسی میں ایک مثنوی حضرت بُو علی قلندرؒ کی مثنوی کی طرز پر لکھوں۔ (۶)۔اس مثنوی کے لکھنے کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں میں حقیقی بیداری پیدا کی جاسکے اور عجمی تصوف کا وہ طلسم پاش پاش ہو جس نے مسلمانوں کو عمل سے روک کر جمود کی طرف دھکیل دیا ہے۔ اس سے قبل علامہ اقبال اپنے ایک لیکچر بعنوان ''تصوف اور اسلام'' میں یہ نکتہ واضح کر چکے تھے کہ تصوف میں جہاں کہیں 'خودی' کو مارنے کا ذکر آیا ہے' وہاں عوام الناس میں اس کے معنی فخر' غرور' گھمنڈ اور تکبر کے ہیں' اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جب ۱۹۱۵ء میں اسرارِ خودی کی اوّلین اشاعت ہوئی تو اُس کا دیباچہ علامہ اقبال نے خود تحریر کیا اور اُس کے آخر میں وہ فرماتے ہیں:

> ''ہاں لفظِ خودی کے متعلق ناظرین کو آگاہ کر دینا ضروری ہے کہ یہ لفظ اس نظم میں بمعنی غرور اِستعمال نہیں کیا گیا جیسا کہ عام طور پر اُردو میں مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم محض احساسِ نفس یا تعیینِ ذات ہے''۔ (۷)

علامہ اقبال کے مطابق انسان کی خودی ہر حال میں نہ صرف قائم رہے بل کہ اپنے ارتقا کی منازل کو طے کر کے اُس مقام پر پہنچ جائے جو اُس کے لیے مقدر ہے۔ یہی تصوف کا حاصلِ نچوڑ ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف کا انکار ساری شریعت کا انکار ہے''۔ (۸)۔ عام طور پر تصوف کا مادہ 'صفا' بتایا جاتا ہے کہ جس کے معنی پاکیزگی کے بیان ہوئے ہیں۔ اِسے (لفظِ تصوف کو) اہلِ صفہ سے نسبت کی وجہ سے تصوف بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰؓ (امام باقر) کے مطابق پاکیزہ اخلاق کا نام 'تصوف' ہے۔ (۹) تصوف کا آغاز کب ہوا؟ اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ ایک رائے کے مطابق تصوف کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں ہو گیا تھا جب کہ بعض کے نزدیک تصوف بہت بعد میں آیا۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال نے اپنے ایک مضمون بعنوان ''سرِ اسرارِ خودی'' میں تحریر کیا کہ ''تصوف کا تو لفظ بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھا''۔ (۱۰) علامہ اقبال کا یہ مضمون ۹ فروری ۱۹۱۶ء کو اخبار 'وکیل' امرت سر میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اُن مضامین کا حصہ تھا جو اسرارِ خودی کی اشاعت پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں تحریر کیے گئے تھے۔ علامہ اقبال کے درج بالا اقتباس کے برعکس حضرت سید علی ہجویریؒ اپنی تصنیف کشف المحجوب میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس میں تصوف کا لفظ شامل ہے۔ حدیث یوں ہے: من وسمع صوت اهل التصوف فلا يؤمن على دعاتهم كتب عند الله من الغافلين (۱۱) ترجمہ: ''جو اہلِ تصوف کی آواز سُنے اور ان کی دُعا پر آمین نہ کہے'

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

تو وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہو گا"۔ اس حدیث کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اہلِ تصوف کی راہ ہی تقویٰ اور پرہیز گاری کی راہ ہے جس سے منہ موڑنا غفلت ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ علامہ اقبال اور علی ہجویری کے نظریات میں تصوف کے آغاز سے متعلق جو مختلف رائے ہے وہ کسی تضاد کا بأث نہیں۔ دراصل علامہ اقبال کے زمانے میں شریعت کے مقابلے میں تصوف کو لاکر بعض نام نہاد صوفی اس سے غلط مطالب نکال رہے تھے۔ لہٰذا اقبال کو تصوف کے مقابلے میں شریعت کی قدامت ثابت کرنا پڑی۔ بہر حال بات حدیث سے متعلق جاری تھی۔ حدیث کے متعلق ایک بات کا خیال رہے کہ حدیث کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اُس کے دو حصے سامنے آتے ہیں، ایک اُس کی 'روایت' کا حصہ ہے اور دوسرا "درایت "یعنی متن' کا۔ حدیث کی درجہ بندی اُس کی روایت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ جس سے کوئی بھی حدیث صحیح' حسن یا ضعیف کی درجہ میں بیان کی جاتی ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی حدیث ایک سے زائد کتب میں موجود ہے تو اُس کی درجہ بندی میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک حدیث کسی آئمہ حدیث کے یہاں صحیح کی درجہ بندی میں ہے تو وہی حدیث اپنی روایت کی بنیاد پر دوسرے آئمہ حدیث کے یہاں حسن یا ضعیف کی درجہ بندی میں ہوتی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ اُس کی روایت پر منحصر ہونا ہے۔ اب حدیث کے دوسرے حصہ یعنی متن کو لیا جائے تو متن کی کوئی درجہ بندی نہیں کی جاتی کیوں کہ متن فرمانِ رسول ﷺ ہے۔ اگر روایت کی بنیاد پر ایک حدیث کسی ایک جگہ صحیح کے مرتبہ پر فائز ہے تو بھی اُس کا متن ویسا ہی رہے گا (یعنی اُس میں کوئی فرق نہیں ہو گا) جیسا کہ کسی دوسری جگہ روایت کی بنیاد پر اُس کی درجہ بندی میں فرق ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ آج سے ایک ہزار یا اُس سے قبل لکھی جانے والی بہت سی کتب ایسی ہیں جن میں احادیث بغیر حوالہ جات کے درج کی گئی ہیں۔ ایسی احادیث صوفیائے کرام اور اولیائے کرام کی کتب میں بکثرت موجود ہیں۔ خود علامہ اقبال نے الفقر الفخری والی حدیث کو اپنے ایک مصرع میں بیان کیا ہے جب کہ ایک طبقہ اِس کو حدیث ماننے پر تیار نہیں۔ لیکن یہ حدیث کئی آئمہ احادیث اور صوفیائے کرام کی کتب میں موجود ہے۔ اِسی طرح ایک قول حضرت امام مالکؒ کا بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جس نے تصوف سیکھا لیکن فقہ کو نہ سیکھا تو وہ گمراہ ہوا' جس نے فقہ کو سیکھا مگر تصوف کو نہ سیکھا' وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو سیکھا وہی دراصل حقیقت کو پاتا ہے۔ (۱۲)۔ حضرت امام مالکؒ ایک تابعی تھے اور ساری عمر مدینہ منورہ میں مقیم رہے' اِن کا بھی یہ درج بالا قول ظاہر کرتا ہے کہ لفظ 'تصوف' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دَور میں بھی رائج تھا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ اور علامہ محمد اقبال کے مطابق تصوف سراسر اخلاص فی العمل ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے مربوط

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے۔ اسلام نے زندگی کی اساس کو محض فکر پر نہیں رکھا بل کہ اسے عمل پر استوار کیا ہے۔ بقول اقبال: ''تصوف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں' کرنے کی چیز ہے''۔ (۱۳)۔ تصوف کی نمود اِسلامی طرز پر ہوئی۔ بعض صوفیائے کرام کے مطابق تصوف کی ابتدا نبی کریم ﷺ کے دَور سے ہوئی۔ صوفیائے کرام کے مطابق اعلانِ نبوت سے قبل حضورِ اکرم ﷺ کا غارِ حرا میں خلوت نشینی اختیار کرنا تصوف ہی تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''پھر آپ خلوت پسند ہوگئے اور غارِ حرا میں خلوت اختیار کرنے لگے۔ وہاں کئی کئی راتیں ٹھہر کر عبادت کرتے''۔ (۱۴)۔ علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب بنام شیخ نور محمد میں تحریر کرتے ہیں:

> ''حقیقی شخصیت یہی ہے کہ انسان اپنی اصل حقیقت کا خیال کر کے تمام تعلقات سے آزاد ہو جائے' یعنی بالاتر ہو جائے۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی اس کی مثال ملتی ہے''۔ (۱۵)

تصوف کو اس کی اصل روش کی طرف لوٹانے اور اس پر چھائے غبار کو ہٹانے کے سلسلہ میں حضرت سید علی ہجویری اور علامہ اقبال نے اپنے اپنے ادوار میں اہم کردار ادا کیا۔ ان دونوں بزرگ ہستیوں کے ادوار میں تصوف کی حالت بہت پتلی ہو چکی تھی اور عوام کی اکثریت حاملینِ تصوف سے دُور رہنے پر مجبور تھے۔ تصوف طعن و تشنیع کا نشانہ بن چکا تھا۔ صوفیانہ تعلیمات پر شبہات کا اظہار اور اسے کتاب و سنت سے خارج سمجھا جانے لگا تھا۔ دونوں حضرات نے اس چیز کو بھانپ کر تصوف کو اصل حالت میں لانے کی سعی کی۔ کشف المحجوب اور اسرارِ خودی جہاں اخلاقیات کا درس دیتی ہیں وہیں وہ تشکیلِ کردار سازی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کشف المحجوب کے متعلق خود حضرت سید علی ہجویریؒ تحریر کرتے ہیں کہ ''میں نے اس کتاب کا نام جو کشف المحجوب رکھا ہے اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ کتاب کا مقصد ظاہر ہو جائے اور قاری کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کتاب کے اندر کیا ہے''۔ (۱۶)۔ دوسری طرف اگر اسرارِ خودی کے نام پر بھی غور کیا جائے تو اس کے نام سے بھی مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ خود علامہ اقبال نے اسے اپنے ایک مصرع میں خودی کے رازوں کا کرشمہ کہا ہے۔ (۱۷)۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کے دور میں تصوف اپنی اصل شکل کو کھو رہا تھا' اُس دور میں صوفیہ کے درمیان بہت سے مدعیانِ تصوف اور جعلی صوفیوں کو صوفیہ کی صفوں میں گھسنے کا موقع مل گیا۔ یہ لوگ خرافات اور بدعات کو فروغ دینے میں سرگرمِ عمل رہے۔ اس ساری صورتِ حال نے آپ کو جھنجھوڑا اور آپ نے اس ضمن میں تحریر کیا:

> ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا ہے کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کا نام شریعت' حب جاہ کا نام عزت' تکبر کا نام علم اور ریاکاری کا نام تقویٰ رکھ لیا ہے۔۔۔ اور نبی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

کریم ﷺ کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔۔۔ان جھوٹے مدعیانِ جہان کا ایسا غلبہ ہو گیا ہے جس طرح خلافتِ راشدہ کے اختتام کے بعد اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آلِ مروان کا غلبہ تھا"۔ (۱۸)

تصوف کی اس بگڑی ہوئی صورتِ حال نے سیدِ ہجویریؒ کو تصوف کی صاف اور واضح تصویر کشی پر آمادہ کیا۔ آپ نے تصوف کے نظریات اور عملی قوانین و ضوابط کو نہ صرف بیان کیا بل کہ تصوف کے ہر اُصول کو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی سے ثابت کیا۔ آپ نے ان منحرفین اور نام نہاد طریقت کے ٹھیکہ داروں کی بھی خبر لی جنھوں نے تصوف اور صوفیہ کو بدنام کیا ہوا تھا۔ علامہ اقبال نے بھی اپنی نامکمل تالیف 'تاریخِ تصوف' میں کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی اور ذہنی تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ صوفیہ میں ایک نئے گروہ کی بنیاد رکھی گئی تھی' جس نے اسلامی عبادات کے ساتھ فلسفیانہ اور مذہبی حقائق معلوم کرنے کا نیا اُصول قائم کیا تھا۔(۱۹)۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کا زمانہ پانچویں صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ جب اُس وقت دُنیا کی یہ حالت تھی تو ہم بآسانی اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موجودہ دَور میں ہماری روزمرہ کی حالت کیسی ہے۔ اوّل کو ہمارے لیے سلوک الی اللہ پر چلنا تو محال ہے ہی بل کہ اس کے نام سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔ ہم نے بے عملی کا نام تصوف اور طریقت رکھا ہوا ہے۔ نام نہاد پیر و مشائخ سادہ لوگوں کو بیعت کر کے حق کی راہ سے محروم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی پیری مریدی رہ گئی ہے کہ مریدوں کے غول کے غول ایسے نام نہاد پیروں کے پاس خالی ہاتھ آتے ہیں اور خالی ہاتھ (معرفتِ الٰہی' شریعت کی پابندی' سلوک کی منازل اور تزکیہ نفس کے بغیر) لوٹ جاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کے زوال کی جو تین نشانیاں بتائی تھیں وہ یہی ملوکیت' ملائیت اور نام نہاد پیری مریدی تھی۔ علامہ اقبال کے نزدیک ملوکیت کو قبول کرنا مسلمانوں کو زمانۂ جاہلیت کی طرف واپسی کا سفر تھا۔ ملائیت سے اُن کی مراد تخلیقی سوچ کا فقدان ہے جس سے نئے مسائل کا حل اجتہاد کے بجائے تقلیدی روش سے کیا گیا ہے جب کہ پیری مریدی سے اُن کی مراد ایسے تصوف کا فروغ ہے جو دُنیا کو بہتر نہ بنا سکے بل کہ عافیت کی ترغیب دے۔ علامہ اقبال کے مطابق ایسا تصوف خانقاہی ہے جو شعورِ نبوت کی خصوصیات سے بے بہرہ ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک جو درویش ملتِ اسلامیہ کے مسائل کا حل پیش نہ کر سکے' وہ درویش نہیں راہب یا رَشی ہے۔(۲۰)۔ سید علی ہجویریؒ بھی کشف المحجوب میں حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ کے اُس قول کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں جس میں وہ غافل علماء' مداہنت کرنے والے فقراء اور جاہل صوفیاء کی صحبت سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ (سید علی ہجویریؒ کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

نزدیک غافل علماء وہ ہیں جنھوں نے دُنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت کو اپنی طبیعت کے مطابق بیان کرتے ہیں' حکمرانوں کی پرستش اور ظالموں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ بزرگانِ دین کی تحقیر کرتے ہیں اور غرور و تکبر کو اپنا شیوہ بنائے ہوتے ہیں۔ مداہنت کرنے والے فقراء جو ہر کام اپنے نفس کی غلامی میں کرتے ہیں 'اُن میں جاہ و طمع ہوتی ہے جب کہ جاہل صوفیاء وہ ہیں جن کا اپنا کوئی شیخ یا مرشد نہ ہو اور نہ ہی اُنھوں نے کسی سے علم حاصل کیا ہو۔ اُنھوں نے زمانے کی ملامت کا مزہ تک نہیں چکھا ہوتا۔[۲۱]۔ سید علی ہجویریؒ بھی ایسے نام نہاد ظاہری مدعیانِ تصوف کے لیے سخت رویہ اختیار کرتے ہیں اور اُنھیں اندھی تقلید کا خوگر قرار دیتے ہیں۔ اُن کے مطابق ارادت مندوں نے ریاضت و مجاہدے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور اپنے فاسد خیالات کا نام مشاہدہ رکھ لیا ہے۔[۲۲]۔ آپ کے دور میں سیاسی' علمی اور دینی اعتبار سے ملتِ اسلامیہ انحطاط کا شکار تھی۔ علامہ اقبال نے بھی سید علی ہجویریؒ کی طرح اپنے دَور میں تصوف کو درپیش مسائل سے نکالنے اور اُس کی اصل شکل میں بحالی کی جانب توجہ مبذول کروائی۔ تصوف کا ماحول تو علامہ اقبال کو بچپن سے میسر تھا کیوں کہ آپ کے والدِ گرامی شیخ نور محمد اپنے گھر میں حضرت محی الدین ابنِ عربی کی تصانیف 'فصوص الحکم' اور 'فتوحاتِ مکیہ' کے درس کا انتظام کیا کرتے تھے۔ اسرارِ خودی کی اشاعت کے بعد علامہ اقبال نے انھی شیخ ابنِ عربی پر سخت تنقید بھی کی کیوں کہ آپ (علامہ اقبال) کے مطابق اُن کی تعلیمات قرآنی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں۔ ابنِ عربی کی "فصوص الحکم" پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے علامہ اقبال نے سراج الدین پال کے نام اپنے خط میں تحریر کیا: "جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں"۔[۲۳] علامہ اقبال کے ایسے سخت رویے سے اُس زمانے میں اُن کے بعض انتہائی قریبی رفقا بھی یہی سمجھتے تھے کہ شاید علامہ اقبال تصوف کے ہی مخالف ہو گئے ہیں۔ حالاں کہ آپ نے اپنے مضامین اور مکاتیب میں اِس بات کو واضح کیا کہ آپ خود سلسلہ قادریہ میں بیعت ہیں۔ اس لیے وہ تصوف کے مخالف نہیں ہیں بل کہ تصوف کو اُن عوامل سے پاک کرنا چاہتے ہیں جو نہ صرف تصوف کا حصہ بن چکے ہیں بل کہ اُن کی وجہ سے مسلمان جمود کا شکار ہو چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ کوئی پہلی شخصیت نہیں ہیں جنھوں نے ابنِ عربی کی فکر پر تنقید کی ہے۔ اسی طرح کے جذبات اُن سے پہلے حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ بھی رکھتے تھے۔ مجدد صاحب کے مطابق 'مارانص باید نہ کہ فص' یعنی ہمیں قرآن و سنت چاہیے نہ کہ فصوص الحکم۔[۲۴] علامہ اقبال کا ابنِ عربی کے افکار پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ابنِ عربی کا نظامِ فکر یونانیت' اشراقیت اور مجوسی اثرات کا مرکب تھا۔ ابنِ عربی کی زبان چوں کہ رمزی ہے، اس لیے جب وہ اس زبان سے قرآنِ حکیم کی تفسیر کرتے ہیں تو اُس کی رُوح کو نقصان پہنچتا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے۔ اس ضمن میں اسرارِ خودی کی اوّلین اشاعت کا دیباچہ نہایت اہم ہے جس میں علامہ اقبال نے شنکر اور شیخ اکبر (ابنِ عربی) کو نہ صرف ہم خیال گردانا بل کہ تصوف میں وحدت الوجود کو ملتِ اسلامیہ کے لیے ذوقِ عمل سے محرومی کی وجہ قرار دیا۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ایسا ہر گز نہیں ہے کہ علامہ اقبال شیخ ابنِ عربی کے دشمن تھے' اُنھوں نے ابنِ عربی کے افکار و خیالات پر جو تنقید کی ہے' وہ اُصولی ہے۔ علامہ اقبال کسی بھی صورت میں شیخِ اکبر کے دوسرے پہلوؤں کے منکر نہ تھے۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۶ء کو اپنے ایک خط میں شاہ سلیمان پھلواری کو تحریر کرتے ہیں: "حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کوئی بد ظنی نہیں' بلکہ مجھے ان سے محبت ہے"۔[۲۵] علامہ اقبال اپنے ایک مقالے بعنوان "عبدالکریم الجیلی کا تصورِ توحیدِ مطلق" میں حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی کو اُمتِ محمدی ﷺ کے عظیم ترین صوفیا میں شمار کرتے ہیں۔ عموماً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شاید علامہ اقبال ابنِ عربی کے سخت مخالف تھے۔ بلا تحقیق ایسا کہہ دینا یا سوچے سمجھے بغیر علامہ اقبال پر ایسا الزام لگانا علامہ اقبال کے وجوہِ اختلاف سے نہ صرف بے خبری ہے بل کہ ناانصافی بھی۔ علامہ اقبال کو ابنِ عربی کے محض چند خیالات سے اختلاف تھا۔ دورانِ طالب علمی اور قیام یورپ میں علامہ اقبال کا رُجحان تصوف کی جانب رہا۔ علامہ اقبال کے مطابق اسلامی تصوف کم ہمتی کو دُور کر کے دل میں قوت پیدا کرتا ہے۔ اسرارِ خودی میں علامہ اقبال نے تصوف کے بعض رائج الوقت نظریات کے خلاف سخت اختلاف کیا۔ جب آپ کے قریبی دوست بھی آپ کے افکار کو صحیح طور پر سمجھنے میں قاصر رہے تو آپ نے کچھ مضامین تحریر کیے' جن میں اپنے مؤقف پر مزید روشنی ڈالی۔ آپ نے اپنی نثری تحریروں سے واضح کیا کہ آپ کے افکار تصوف پر حملہ نہیں بل کہ اُس کی خیر خواہی کے لیے ہیں تاکہ اُس میں موجود غیر اسلامی عناصر سے اُس کو پاک کیا جائے۔ آپ نے اپنے مضمون بعنوان "اسرارِ خودی اور تصوف" میں واضح کیا:

> "تصوف کے مقاصد سے مجھے کیوں کر اختلاف ہو سکتا ہے۔ کوئی مسلمان ہے جو اُن لوگوں کو بُرا سمجھے جن کا نصب العین محبت رسول اللہ ہے اور جو اس ذریعہ سے ذاتِ باری سے تعلق پیدا کر کے اپنے اور دوسروں کے ایمان کی پختگی کا باعث ہوتے ہیں"۔[۲۶]

اپنے ایک اور مضمون بعنوان "سرِ اسرارِ خودی" میں تحریر کرتے ہیں کہ "میرا مقصد محض حفاظتِ اسلام ہے"۔[۲۷] اسی طرح اپنے ایک مضمون بعنوان "علم ظاہر و باطن" میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول 'تصوف شعائرِ حقہ اسلامیہ میں خلوص پیدا کرنے کا نام ہے' کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ تصوف کی اِس تعریف پر کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اقبال بھی اسے عین اسلام جانتا ہے۔[۲۸] علامہ اقبال کو اس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

بات کا رنج تھا کہ متصوفین نے تصوف کو نقصان پہنچایا ہے اور شریعت کے حامی افراد نے تصوف کے حسن اور اس کی وسعت کو مسخ کیا ہے۔ اُن کے نزدیک تصوف یونانی افکار کے زیرِ اثر آ چکا تھا۔ اس لیے آپ نے تصوف میں نظریہ وحدت الوجود کی مخالفت کی کیوں کہ آپ کے مطابق اس کا خمیر عجمی فلسفے اور افکار کی آمیزش سے گوندھا گیا تھا۔ آپ نے اسرارِ خودی کے دیباچہ میں تحریر کیا:

> "میں نے اس دقیق مسئلے کو فلسفیانہ دلائل کی پیچیدگیوں سے آزاد کر کے تخیل کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ اس کی حقیقت کو سمجھنے اور غور کرنے میں آسانی پیدا ہو"۔ (۲۹)

علامہ اقبال تصوف میں وحدت الوجود کے مخالف کیوں تھے؟ اس کی دو بڑی وجوہ تھیں۔ پہلی یہ کہ دورانِ طالب علمی قیامِ یورپ میں اُن کے زیرِ مطالعہ جو کتب زیادہ رہیں، وہ مغربی مستشرقین کی تحریر و ترجمہ تھیں۔ اپنے تحقیقی مقالہ کی تیاری میں اُس وقت جدید تحقیقی مواد موجود نہ تھا جس کا اعتراف اُنھوں نے اپنے ایک مکتوب بنام میر حسن الدین میں بھی کیا۔ اِسی خط میں اُنھوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اُن کے افکار میں اب نمایاں تبدیلی ہو چکی ہے، جس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ "اسرارِ خودی" سے "رموزِ بیخودی" کے درمیانی عرصہ (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) تک وہ جس قدر نظریہ وحدت الوجود کے مخالف تھے، ایک دفعہ پھر اُن کی طبیعت کا رُجحان سکر و مستی کی جانب ہو چکا تھا۔ اس لیے جب ۱۹۲۷ء میں زبورِ عجم شائع ہوئی تو اُنھوں نے اس کے ساتھ اپنی ایک مثنوی "گلشنِ رازِ جدید" کو شائع کیا جس میں محمود شبستری کی "گلشنِ راز" میں موجود نظریہ وحدت الوجود کی بنیاد پر سوالات کے جوابات دیے گئے تھے۔ اِسی طرح ارمغانِ حجاز کا آخری شعر بھی اُن کے نظریہ وحدت الوجود سے دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسری وجہ یورپ کی وہ ترقی تھی جس سے مشرق عمومی اور ہندوستان خصوصی طور پر بہت پیچھے تھا۔ یورپ اُس وقت جدید تکنیکی اور سائنسی علوم کی بدولت مشرق سے بہت آگے تھا۔ مسلمان اُس وقت تحقیقی و تخلیقی لحاظ سے محوِ خواب تھے اور یورپ بیدار تھا۔ علامہ اقبال کے نزدیک یہ نظریہ وحدت الوجود کی بدولت تھا، جس نے ملتِ اسلامیہ کو جمود کی جانب دھکیل دیا تھا۔ اس لیے وہ اِسے عجمی تصوف کا نام دیتے ہیں۔ یہ بڑی وجہ تھی کہ اُنھوں نے اسرارِ خودی لکھنے کا فیصلہ کیا۔ علامہ اقبال کے مطابق اسلامی تصوف، دل میں قوت پیدا کرتا ہے۔ (۳۰)۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال قرآنی تصوف کو بہت قدر و منزلت سے دیکھتے تھے، وہ سچے تصوف میں گہرا اعتقاد رکھتے تھے اور اُنھوں نے صوفیانہ ادب سے خاصا استفادہ کیا۔ دورِ جدید میں یورپ کے متعصب مصنفین نے جنھیں عام طور پر مستشرقین کہا جاتا ہے، عیسائی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

مذہب کو اسلام سے افضل ثابت کرنے اور عیسائی اقوام کو ملتِ اسلامیہ پر حکمرانی کرنے کا جواز پیدا کرنے میں اسلام کی ہر چیز کی مذمت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام صوفیائے کرام کی بدولت پھیلا۔ ان نام نہاد مستشرقین نے تعلیماتِ صوفیا کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کیوں کہ اُنھیں یہ ڈر ہے کہ صوفیا کی تعلیمات کی بدولت عیسائی بڑی تیزی سے مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں اور اولیائے کرام کی کتب سے اُنھیں قلبی و ذہنی سکون مل رہا ہے۔ اس لیے مستشرقین ایسے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جن کی بدولت عیسائی لوگ مستقبل میں مسلمان ہونے سے باز رہیں۔ علامہ اقبال کو بھی ان کے مذموم عزائم کا ادراک تھا، اس لیے آپ نے محمد جمیل کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر کیا: "میں یورپی مستشرقین کا قائل نہیں ہوں کیوں کہ ان کی تصانیف سیاسی پروپیگنڈا یا تبلیغی مقاصد کے لیے لکھی گئی ہیں"۔[۳۱] پروفیسر نکلسن (جس نے کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ کیا تھا) نے بعض مقامات پر ایسا ہی رنگ دکھایا تھا جس کا ذکر درج بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ نکلسن لکھتا ہے کہ مصنف نے حج کے باب میں بڑی جرأت سے لکھا ہے کہ اسلام کے ظاہری ارکان کی پابندی ضروری نہیں ہے۔[۳۲] کشف المحجوب کا مطالعہ کرنے والے یہ خوبی جانتے ہیں کہ سید علی ہجویریؒ نے کتاب کے آغاز سے آخر تک اس بات پر زور دیا ہے کہ تصوف کی کوئی بات ہرگز شریعت کی مخالفت میں نہیں ہے۔ نکلسن نے اس بات کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے کہ اسلام کے ہر رُکن کے حقیقی معنی سمجھ کر عبادت کرنا افضل ہے۔ اس سے نکلسن نے خود ہی یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ ظاہری عبادت اہمیت کی حامل نہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کا زمانہ تصوف کے اعتبار سے نہایت نازک زمانہ تھا' جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن و حدیث سے ہٹ کر تصوف کے سرچشمے صوفیائے خام کے ہاتھوں گدلے ہو رہے تھے۔ آپ نے دو حلولی فرقوں فارس اور ابو حلمان کو مردود اور لعنتی ٹھہرایا کیوں کہ یہ دونوں فرقے تصوف میں بے راہ روی اختیار کر چکے تھے۔ آپ نے ان کے بارے میں مزید فرمایا:

> "کراماتِ کشف اور مشاہدۂ آیاتِ الٰہیہ اہلِ توحید اور دین داروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان باطل اقوال کے ماننے والوں کی رُوح میں تو سراسر غلطیاں ہی غلطیاں ہیں (انھیں دین و ولایت سے کیا علاقہ)"۔[۳۳]

اِسی طرح آپ نے ایک اور گروہ فسطائیہ کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ یہ گروہ علم ہی کا منکر تھا۔ آپ گروہ فسطائیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ بے دین اور ملحدوں کا ایک گروہ ہے جس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان کے مطابق کسی قسم کا علم درست نہیں اور نہ ہی علم خود کوئی شے ہے۔[۳۴] حضرت سید علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

میں نظامِ تصوف کی ترتیب و تدوین میں جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی' وہ صوفیہ کے اقوال نہیں بل کہ شریعت کے اُصول اور ضوابط ہیں' جو ملتِ اسلامیہ اور دینِ اسلام کی اساس ہیں۔ اسی لیے آپ نے اپنے بیانات و اقوال میں قرآن و سنت کو مقدم رکھا اور ہر مسلمان کے لیے شریعت کی پابندی کو لازم ٹھہرایا۔ آپ نے صوفیا کی تعلیم کو مکمل طور پر شرعی احکامات کے تابع قرار دیا اور ہندوستان میں علم و عرفان کی ایسی شمع روشن کی جس کی روشنی آج بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ طریقت دراصل شریعت ہی کو اپنی زندگی کی گہرائیوں میں حاصل کرنے کا نام ہے۔ شریعت ہی وہ ضابطۂ حیات ہے کہ جس پر عمل کرنا طریقت کہلاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ شریعت ایک ایسی راہ ہے جس پر چلنے کا نام طریقت ہے اور جس منزلِ مقصود کی جانب یہ راستہ جاتا ہے' وہ حقیقت ہے اور اس مقام پر پہنچ کر جو علم حاصل ہوتا ہے اُسے معرفت کا نام دیا گیا ہے۔ اس لیے صوفیا کے نزدیک شریعت کے بغیر طریقت بے کار ہے اور طریقت کے بنا شریعت بے سود۔ تصوف کے یہی چار ارکان ہیں: شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث میں اِنھی چار ارکان کا ذکر کیا کہ "شریعت میں اقوال کا نام ہے' طریقت میرے اعمال کا نام ہے' حقیقت میرے باطنی احوال ہیں اور معرفت میرا راز ہے"۔[۳۵] علامہ اقبال نے اپنے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ صوفیا کے نزدیک رُوحانی تربیت کی چار منازل ہیں: ایمان بالغیب' غیب کی جستجو' علم الغیب اور تحقیق جو اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب ہم اِس کو اپنی رُوح کی گہرائیوں میں تلاش کرتے ہیں۔[۳۶] علامہ اقبال اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان 'ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا' میں ایک سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا مخفی علم ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔ اس ضمن میں اُنھوں نے سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط بھی ارسال کیا لیکن اُن کی تحریروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں اس سوال کا کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا۔ یہ تصوف میں وہ علم ہے جو سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس بات کو واضح کیا کہ ان دونوں اصحابِ رسول ﷺ کو ایسا کوئی علم نہیں دیا گیا۔[۳۷] اس کے ساتھ ہی علامہ اقبال قرآن پاک کی ایک آیت کو شاملِ مقالہ کرتے ہیں۔ جس کا مفہوم یوں ہے: "جیسے کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمھیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمھیں وہ تعلیم دیتا ہے جس کا تمھیں علم نہ تھا"۔[۳۸] بات آگے بڑھانے سے پیشتر ایک نکتہ واضح کرنا ضروری ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس آیت کا حوالہ نمبر ۱۴۶ درج کیا ہے اور اُس کے بعد سے اب تک جتنی مرتبہ بھی آپ کا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے اُس میں قرآنی حوالہ سورۃ البقرۃ کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۴۶ نمبر آیت ہے۔ جب کہ یہ حوالہ درست نہیں ہے۔ درست حوالہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۱ ہے۔ آمدم بر سر مطلب۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چوں کہ لفظ 'یعلم' دو مرتبہ آیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی تعلیم کتاب و حکمت سے مختلف ہے اور اس سے مراد علمِ لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ انعکاس ہے نہ کہ یہ تعلیم و تعلم:

> ''تکرار الفعل یدل علی ان هذا التعلیم من جنس آخر و لعل المرادبه العلم الدنی الماخوذ من بطون القرآن و من مشکاة صدر النبی صلی الله علیه وسلم الذی لا سبیل الی در که الا الانعکاس''۔[۳۹]

قرآن میں علمِ لدنی کا ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے بندے کو رحمت دی اور اُسے علمِ لدنی سکھایا۔[۴۰] علامہ اقبال نے جب اپنے تحقیقی مقالہ میں اس بات کو رَد کیا تھا تو اُس وقت اُنھیں یہ معلومات فراہم نہیں ہوئی تھیں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ میر حسن الدین نے اُن سے اُن کے تحقیقی مقالہ کا اُردو ترجمہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو علامہ اقبال نے اُنھیں یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ اس تحقیقی مقالہ میں سوائے چند باتوں کے' اُن کے افکار میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہے۔ اس لیے اب اس کا کچھ ہی حصہ ہو گا جس پر تنقید نہ کی جا سکے کیوں کہ خیالات میں بہت انقلاب آ چکا ہے۔[۴۱] ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا کہ اُن کے والد نے اپنے تحقیقی مقالہ کو اس لیے ناقص قرار دیا کیوں کہ اُن کے مطابق اُس میں تحریر کردہ بعض نتائج فکر غلط تھے۔[۴۲] خود علامہ اقبال نے بعد ازاں اپنے ایک مضمون بعنوان ''علم ظاہر و علم باطن'' میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اُس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں اُنھیں (حضرت ابو ہریرہؓ کو) دو طرح کا علم عطا کیا گیا تھا۔ ایک علم وہ جسے پھیلا گیا اور دوسرا وہ علم جس کے متعلق اُنھوں نے خود فرمایا کہ اگر میں اس علم کو پھیلاؤں تو میری گردن کاٹ دی جائے گی۔[۴۳] مقالہ کے بعد علامہ اقبال کا جو کام سامنے آیا' وہ اُن کا فارسی شعری مجموعہ "اسرارِ خودی" تھا' جس کے متعلق اُنھوں نے مہاراجہ کشن پرشاد کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرمایا تھا کہ 'اس مثنوی کو لکھنے کے متعلق اُن کو ہدایت کی گئی ہے اور وہ خود حیران ہیں کہ اُن کا انتخاب کیوں کیا گیا۔[۴۴] حضرت سید علی ہجویریؒ کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتے ہیں۔ البتہ فقہی اعتبار سے آپ حنفی تھے۔ علامہ اقبال بھی مسلکِ حنفی سے وابستہ تھے۔ اپنے فرزند جاوید کے نام اپنے ایک خط میں یہ واضح کرتے ہیں وہ بعض جزوی مسائل کے سوا' جن کا تعلق ارکانِ دین سے نہیں ہے' سلف

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

صالحین کے پیروکار ہیں اور کامل تحقیق کے بعد یہی راہ محفوظ معلوم ہوتی ہے۔[۴۵]۔ایسے صوفیا جن کی تعلیمات قرآنی اور اسلامی فکر سے عبارت ہوں اور انسان کو فکر کے ساتھ ساتھ جدوجہد اور عمل کی دعوت دیتی ہوں' سید علی ہجویری اور علامہ اقبال کے نزدیک اسلامی تصوف کی حقیقی اور اصل رُوح ہیں۔دونوں حضرات نے تصوف کو پاک کرنے اور اُسے اسلامی تعلیمات اور افکارِ قرآنی سے قریب کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔دونوں شخصیات نے تصوف کے اُس پہلو کی طرف توجہ دی جس سے اُمت میں قوت اور بیداری کا احساس پیدا ہو سکے۔"کشف المحجوب "اور "اسرارِ خودی" کے دیباچوں یا مقدموں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سید علی ہجویری اور علامہ اقبال اپنے عہد میں تصوف کی زوال پذیری پر متاسف تھے۔دونوں شخصیات اس بات کی شدید خواہاں تھیں کہ تصوف' جسے تصوفِ حجازی یا اسلامی تصوف کہنا چاہیے' اپنی اصلی ڈگر پر آ جائے۔

حوالہ جات

۱۔علامہ محمد اقبال' ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر' مترجم: ظفر علی خان' (لاہور: بزمِ اقبال' اشاعت اوّل' نومبر ۱۹۹۴ء ص ۱۵

2.Masud-ul-Hasan, Professor, *Hazrat Data Ganj Baksh: A Spiritual Biography*, (Lahore: Hazrat Data Ganj Baksh Academy, year not mentioned), pp.2-3

۳۔مظفر حسین برنی' سید' کلیات مکاتیبِ اقبال' جلد چہارم' (جہلم: بک کارنر' اشاعت فروری ۲۰۱۶ء)' ص ۵۳۹۔۵۴۰

علامہ محمد اقبال نے قائداعظم محمد علی جناح کے نام اپنے مکتوب میں واضح فرمایا تھا:

"میں مکرر درخواست کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کا اجلاس اکتوبر کے وسط میں یا آخر میں لاہور میں منعقد کیا جائے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کے لیے جوش و خروش برابر بڑھ رہا ہے اور مجھے قوی اُمید ہے کہ لاہور میں اس کا اجلاس مسلم لیگ کی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں باب اور عوام سے رابطہ استوار کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ثابت ہو گا"۔

۴۔اسلم عزیز دُرانی' علامہ اقبال کا خطبہ صدارت' (ملتان: بیکن بکس' اشاعت ۲۰۱۲ء)' ص ۱۰

۵۔مظفر حسین برنی' سید' کلیات مکاتیبِ اقبال' جلد سوم' (جہلم: بک کارنر' اشاعت فروری ۲۰۱۶ء)' ص ۳۵۶

۶۔مظفر حسین برنی' سید' کلیات مکاتیبِ اقبال' جلد اوّل' (جہلم: بک کارنر' اشاعت فروری ۲۰۱۶ء)' ص ۲۲۵

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

۷۔ محمد اقبال، شیخ، ڈاکٹر، اسرارِ خودی، (لاہور: حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی، بار اوّل، ۱۹۱۵ء)، ص ل،
۸۔ واحد بخش سیال چشتی صابری، مولانا الحاج کپتان، شرح کشف المحجوب (اُردو)، (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۸
۹۔ علی بن عثمان الہجویری، سید، المعروف حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مترجم: حضرت علامہ مولانا سید مفتی غلام معین الدین نعیمی، (گوجرانوالہ: شاہد محمود قادری بغدادی، سن ندارد)، ص ۸۰
۱۰۔ عبدالواحد معینی، سید، مقالاتِ اقبال، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۱۸
۱۱۔ کشف المحجوب، ص ۶۹
۱۲۔ شرح کشف المحجوب، ص ۳۷
۱۳۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، ص ۶۵
۱۴۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری، ابو عبداللہ، بخاری شریف، جلد اوّل، باب: وحی کا بیان، حدیث: ۳، ترجمہ و تحشیہ: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، تصحیح و نظر ثانی: حافظ شہزاد مسعود، (لاہور: فرید بک سٹال، الطبع الرابع، رجب ۱۴۳۰ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۹ء)، ص ۱۰۰
۱۵۔ مظفر حسین برنی، سید، کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد دوم، (جہلم: بک کارنر، اشاعت فروری ۲۰۱۶ء)، ص ۲۲۳
۱۶۔ شرح کشف المحجوب، ص ۹۱
۱۷۔ محمد اقبال، علامہ، اسرار و رموز، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز، طبع دوازدہم، ۱۹۸۴ء)، ص ۱۲
وہ مصرع یوں ہے: "ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است"
۱۸۔ کشف المحجوب، ص ۳۸
۱۹۔ محمد اقبال، علامہ، تاریخِ تصوف، ترتیب و حواشی: صابر کلوروی، (لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، طبع اوّل، مارچ ۱۹۸۵ء)، ص ۳۲
۲۰۔ محمد جہانگیر تمیمی، ڈاکٹر، زوال سے اقبال تک، دیباچہ: ڈاکٹر جاوید اقبال، (لاہور: مرکز مطالعاتِ جنوبی ایشیا، پنجاب یونیورسٹی، اشاعت اوّل، ۲۰۱۱ء)، ص ندارد
۲۱۔ کشف المحجوب، ص ۵۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

۲۲۔ کشف المحجوب، ص ۳۶۔۳۷

۲۳۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد اوّل، ص ۵۲۴

۲۴۔ احمد سرہندی فاروقی، شیخ، مجدد الف ثانی، مکتوباتِ امام ربانی، جلد اوّل، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۱۰۰، مترجم: مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اگست ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۹

۲۵۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد اوّل، ص ۴۷۴

۲۶۔ مقالاتِ اقبال، ص ۲۰۴

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۱۸

۲۸۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۲۹۔ اسرارِ خودی، ص ک

۳۰۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد اوّل، ص ۲۵۷

۳۱۔ عطاء اللہ، شیخ، اقبال نامہ: مجموعہ مکاتیبِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع دوم یک جلدی، ۲۰۱۲ء)، ص ۴۱۵

۳۲۔ شرح کشف المحجوب، ص ۲۶

۳۳۔ کشف المحجوب، ص ۳۸۳

۳۴۔ ایضاً، ص ۴۹

۳۵۔ شرح کشف المحجوب، ص ۳۶

۳۶۔ محمد اقبال، علامہ، فلسفہ عجم، مترجم: میر حسن الدین، (جہلم: بک کارنر، ستمبر ۲۰۱۳ء)، ص ۱۰۶۔۱۰۷

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۳۸۔ القرآن: ۱/۱۵۱

۳۹۔ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، جلد اوّل، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، تاریخ طباعت، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۰۶

۴۰۔ القرآن: ۱۸/۶۵

۴۱۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد دوم، ص ۶۵۵

۴۲۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رُود، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، اقبال اکادمی پاکستان، بار دوم، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۶۰

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-09

ماخذ تحقیقی مجلہ

۴۳۔ مقالاتِ اقبال، ص ۲۹۵

۴۴۔ کلیات مکاتیبِ اقبال، جلد اوّل، ص ۴۹۱

۴۵۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، اپنا گریباں چاک، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۳۸